﴿فصل فی النهی﴾

النھی کے لغوی معنی:۔ روکنا
اصطلاحی معنی:۔ مخاطب کو مستقبل میں کسی کام کو کرنے سے منع کرنا جیسے یوم النحر میں روزہ رکھنے سے روکنا، اوقات مکروہ میں نماز پڑھنے سے روکنا اور ایک درہم کی دو درہم کے بدلے بیع کرنے سے روکنا۔
نوٹ: النھی کبھی نھی کے صیغے سے ہوگی۔
لا تقربوا الزنا
کبھی تحریم کے الفاظ سے ہوگی جیسے
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ امهاتكم
کبھی ایسے امر کے صیغے سے جو منع پر دلالت کرے۔
فاجتنبوا الرجس من الاوثان
حکم: کتاب اللہ کی النھی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔ النھی جب تحریم یا امر کے صیغے کے ذریعے سے ہو تو اسے النھی حکمی کہتے ہیں۔
النھی کی اقسام:
اس کی دو اقسام ہیں ۱۔ النھی عن الافعال الحسیہ ۲۔ النھی عن تصرفات الشرعیۃ
۱۔ النھی عن الافعال الحسیہ:
وضاحت: وہ منھی عنہ کہ جس کی قباحت کو حواس خمسہ ظاہرہ (سمع، بصر، لمس، شم، ذائقہ) سے ہر عقل مند شخص سمجھ سکے۔ شریعت کے سبب قباحت ظاہر نہ ہو۔ جیسے زنا، شراب نوشی، جھوٹ بولنا، ظلم کرنا۔
حکم: وہ منھی عنہ جو کسی صورت جائز نہ ہو مگر جب دلیل قائم ہو جائے۔
جیسے زنا، شراب نوشی، جھوٹ بولنا وغیرہ۔
یہ افعال نہ ذات کے اعتبار سے جائز ہیں نہ وصف کے اعتبار سے۔ دلیل قائم ہونے کی صورت یہ ہے کہ کسی نے حائضہ عورت سے نکاح کیا اور حالت حیض ہی میں وطی کر لی تو اس مرد کا محصن (شادی شدہ) ہونا ثابت ہو جائے گا۔ عورت کے لئے مکمل مہر لازم آ جائے گا۔ اور اگر چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب بھی ثابت ہو جائے گا۔
۲۔ النھی عن تصرفات الشرعیہ:
وضاحت: وہ منھی عنہ جس کی قباحت شریعت کے سبب سمجھ آئے جیسے ایام النحر میں روزے رکھنا۔ اوقات مکروہ میں نماز پڑھنا۔
حکم: وہ منھی عنہ جو غیر کی وجہ سے منع ہوا تھا اگر وہ غیر دور ہو جائے تو وہ فعل کرنا جائز ہو جائے گا۔ جیسے ایام النحر میں روزہ رکھنے کی وجہ اللہ کی ضیافت (مہمان نوازی) سے اعراض تھا۔ اگر ایام النحر کے علاوہ روزہ رکھے تو جائز ہے۔ اسی طرح اوقات مکروہ میں نماز منع ہے مشرکین کی مشابہت کی وجہ سے اگر اوقات مکروہ نہ ہو تو نماز جائز ہے۔
النھی کی اقسام کے درمیان فرق:
امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک: دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح النھی عن الافعال الحسیہ بالکل جائز نہیں ہوتا اسی طرح النھی عن تصرفات الشرعیہ بھی جائز نہ ہوگا۔
امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک: النھی عن الافعال الحسیہ تو بالکل ناجائز ہے لیکن کبھی لذاتہ ہے۔ اور النھی عن التصرفات الشرعیہ النھی سے پہلے جس طرح جائز تھا النھی کے بعد بھی جائز رہے گا۔ البتہ اس میں کراہت آ جائے گی۔
جیسے ایام التشریق کے علاوہ روزہ جائز ہے اسی طرح ایام التشریق میں بھی جائز ہے مگر ضیافت من اللہ سے اعراض کی وجہ سے روزے کو توڑنا واجب ہے یعنی النھی عن التصرفات الشرعیہ میں قباحت لغیرہ ہے۔ کیونکہ اس کی قباحت کو شریعت کے بیان کرنے کی وجہ سے سمجھا گیا ہے۔ اگر یہ بالکل جائز نہ ہو تو عاجز شخص کو مکلف بنانا لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے۔ جبکہ النھی عن الافعال الحسیہ میں بندہ قادر ہوتا ہے کیونکہ اس کی قباحت کو حواس خمسہ سے جانا گیا ہوتا ہے لہذا عاجز کو مکلف کرنا لازم نہ آئے گا۔
تفریع: اگر کسی نے بیع فاسد کی تو مشتری کے لئے ملکیت ثابت ہوگی اگرچہ اس کو توڑنا واجب ہے کیونکہ وہ حرام ہے۔
اسی طرح یوم النحر کے روزے کی نذر ماننا بھی درست ہے اگرچہ روزہ کسی اور دن رکھنا واجب ہوگا۔ کیونکہ النھی عن التصرفات الشرعیہ میں النھی لغیرہ ہوتی ہے اور یہ ممانعت کے باوجود بھی جائز رہتا ہے۔
اعتراض: اگر آپ کا یہ کہنا کہ النھی عن التصرفات الشرعیہ النھی کے باوجود جائز رہتا ہے درست نہیں کیونکہ مشرکہ عورت سے نکاح شریعت نے منع کیا ہے اور یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اگر النھی کے باوجود ہوتا تو نکاح منعقد ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح باپ کی منکوحہ سے یا غیر کی منکوحہ سے یا معتدہ سے نکاح بھی شریعت کی طرف سے منع ہے۔ اگر النھی کے باوجود جائز ہوتا تو نکاح منعقد ہوتا لہذا آپ کا اصول درست نہیں؟
جواب: ہمارا یہ کہنا کہ النھی کے باوجود النھی عن التصرفات الشرعیہ جائز رہتا ہے یہ اس وقت ہے کہ ان افعال کا النھی کے بعد جائز رہنا ممکن بھی ہو اگر ممکن نہ ہو تو ان کا جواز بھی باقی نہ رہے گا۔ اور مذکورہ مثالوں میں جائز رہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ نکاح کے جواز کا حکم نکاح کا حلال ہونا ہے اور النھی کا حکم حرام ہونا ہے اور حلال اور حرام ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے جبکہ بیع فاسد میں جواز ممکن تھا وہ اس طرح کہ بیع فاسد کے جواز کا حکم ملکیت کا ثبوت ہے اور النھی کا حکم تصرف کا حرام ہونا ہے اور ثبوت ملک اور حرمت تصرف کا جمع ہونا ممکن ہیں۔

یوم نحر کے روزے یا اوقات مکروہہ میں نماز کی (منت) نذر مانی تو نذر درست ہے یا نہیں

اختلاف یہ مسئلہ اگر کسی نے ایام نحر کے روزے یا اوقات مکروہہ میں نماز کی نذر مانی

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نذر ماننا درست ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نذر ماننا درست نہیں ہے۔

دلیل امام شافعی رحمہ اللہ: یوم نحر اور ایام تشریق میں روزے رکھنا اور اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا معصیت ہے اور معصیت کی نذر ماننا درست نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے لا نذر فی معصیۃ اللہ۔ اللہ کی معصیت کی نذر نہیں ہوتی۔

دلیل امام اعظم رحمہ اللہ: النہی عن التصرفات الشرعیہ نہی کے باوجود اس نہی عنہ کے جواز کا تقاضا کرتا ہے جب نہی عنہ جواز کا تقاضا کر رہا ہے تو وہ جائز ہوا تو معصیت نہ ہوا۔ نذر ماننا درست ہے۔ لہذا اس نذر ماننے والے کو کہا جائے گا کہ نذر کسی اور دن پوری کرے نماز کسی اور وقت میں ادا کرے۔

مسئلہ: کسی نے اوقات مکروہہ میں نماز شروع کی تو نماز واجب ہو جائے گی اب توڑ کر کسی اور وقت اس کی قضا کرے گا۔

اعتراض: اوقات مکروہہ میں نفل نماز شروع کرنے سے واجب نہیں ہونی چاہیے اس لئے کہ اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا حرام ہے اور فعل حرام کے ارتکاب سے نماز لازم نہیں ہوتی۔

جواب: نفل نماز کو پورا کرنے کے لازم ہونے کے ساتھ فعل حرام کا ارتکاب لازم نہیں آتا اس لئے کہ اگر مصلی اوقات مکروہہ میں نماز شروع کرے اور اتنی طویل کر دے کہ وقت گزر جائے تو نماز بغیر کسی کراہیت کے جائز ہو جائے گی جب بغیر کراہیت کے نماز کو مکمل کرنا ممکن ہے تو حرام کا ارتکاب لازم نہیں آتا۔ لہذا نفل نماز مکروہ اوقات میں شروع کرنے سے لازم ہو جائے گی۔

اختلاف یہ مسئلہ اگر کسی نے ایام تشریق میں روزہ رکھا تو شروع کرنے سے لازم ہوگا یا نہیں۔

طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ شروع کرنے سے لازم نہیں آتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ شروع کرنے سے لازم ہو جائے گا یعنی قضا لازم آئے گی۔

دلیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ: آپ روزے کو نماز پر قیاس کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جس طرح نماز شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے اسی طرح روزہ شروع کرنے سے لازم ہو جائے گا۔

دلیل طرفین رحمہما اللہ: روزہ شروع کرنے سے اس لئے لازم نہیں ہوتا کیونکہ روزے کا پورا کرنا حرام کے ارتکاب سے جدا نہیں ہوتا کیونکہ روزے کا پورا وقت روزے کے لئے معیار ہے۔

اعتراض: النہی عن الافعال الحسیہ بالکل بھی جائز نہیں یہ اصول درست نہیں کیونکہ اگر کسی نے حائضہ عورت سے وطی کی تو وطی کے احکامات نافذ ہو جائیں گے تو شوہر محصن ہو جائے گا اور مہر لازم آ جائے گا اور اگر چھ ماہ بعد بچے کی ولادت ہو جائے تو نسب بھی ثابت ہو جائے گا۔

جواب: یہ نہی عن الافعال الحسیہ میں سے نہیں ہے بلکہ نہی عن التصرفات الشرعیہ میں سے ہے لہذا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

حائضہ سے وطی کے احکامات:

۱۔ وطی کرنے سے شوہر محصن ہو جائے گا۔ پھر اگر اس نے زنا کیا تو سنگسار کیا جائے گا۔

۲۔ طلاق مغلظہ کی صورت میں حلالہ کے لئے حائضہ سے وطی کر کے طلاق دی تو حلالہ ثابت ہو جائے گا۔

۳۔ حائضہ سے وطی کی تو مہر، نان نفقہ اور عورت کے احکامات نافذ ہو جائیں گے۔

اعتراض: حالت حیض میں وطی کرنا حرام ہے اور فعل حرام جائز کام کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ احکام کا جائز ہونا ایک نعمت ہے اور فعل حرام نعمت کا سبب بنے یہ درست نہیں۔

جواب: کسی فعل کا حرام ہونا اس فعل پر احکام کے مرتب ہونے کے منافی نہیں جیسے

۱۔ حائضہ عورت کو حالت حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

۲۔ کسی کی کوئی چیز غصب کرنا حرام ہے لیکن اگر کسی نے غصب شدہ پانی سے وضو کیا تو ہو جائے گا۔

۳۔ کسی نے کمان غصب کی اور شکار کیا تو شکار حلال ہے۔

۴۔ اسی طرح کسی نے غصب شدہ چھری سے جانور ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے۔

۵۔ جمعہ کی اذان کے بعد بیع کی تو نافذ ہو جائے گی۔

«معرفت نصوص کے طریقے»

تمہید: نصوص یا تو قرآن مبارک کی ہوں یا احادیث مبارکہ کی ان کی مراد جاننے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: جب کسی لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو جب تک حقیقت ممکن ہو اس وقت تک حقیقی معنی پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مثال: "حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم"

مختلف فیہ مسئلہ: زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک حرام ہے۔ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے۔

احناف کی دلیل: بنت کے حقیقی معنی مرد کے پانی سے پیدا ہونا ہے چاہے وہ کسی طریقے سے ہو اور مجازی معنی باپ کے پانی سے پیدا ہونا ہے جب تک حقیقی معنی پر عمل ممکن ہو حقیقی پر عمل کرنا ضروری ہے۔

شوافع کی دلیل: بنت اس کو کہتے ہیں جو باپ سے نسبت رکھے یہ ولد الزنا ہے اس کی نسبت نہیں لہٰذا نکاح حلال ہے۔

تفریعات: امام شافعی کے نزدیک زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح کرنا حلال ہے اس کا مہر وغیرہ واجب ہوگا اور وراثت بنائے اور گھر سے نکلنے سے روکنے کے اختیارات حاصل ہوں گے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔ جبکہ ہمارے احناف کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ نکاح درست نہیں۔

دوسرا طریقہ: جب لفظ دو معنی کا احتمال رکھتا ہو ایک میں تخصیص ضروری ہو اور دوسرے میں ضروری نہ ہو تو بغیر تخصیص والے معنی پر عمل کیا جائے گا۔

مثال: "او لامستم النساء"

مختلف فیہ مسئلہ: آیت میں جماع مراد ہے یا ہاتھ لگانا۔

امام اعظم کے نزدیک جماع والے معنی مراد ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک ہاتھ لگانے والے معنی مراد ہیں۔

احناف کی دلیل: مس میں ہاتھ لگانے والے معنی مراد لینے کی صورت میں تخصیص کی جاتی ہے جیسے شوافع کے نزدیک بھی چھوٹے بچے اور محارم کے ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ جماع والے معنی لینے کی صورت میں ہر صورت میں غسل فرض ہوگا لہٰذا غسل والے معنی مراد ہیں۔

تفریعات: احناف کے نزدیک مس نساء سے وضو نہیں ٹوٹتا لہٰذا اس وضو سے نماز پڑھنا قرآن چھونا مسجد میں بغیر کراہت داخل ہونا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں کیونکہ اس کا وضو ٹوٹ چکا ہے۔

تیسرا طریقہ: جب کسی آیت میں دو قراءتیں ہوں اور دونوں سے مراد مختلف ہو تو ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ دونوں قراءتوں پر عمل ہو جائے۔

مثال: "وامسحوا برؤوسکم وارجلکم"

وضاحت: "ارجلکم" میں دو قراتیں ہیں۔ ایک نصب کے ساتھ تو اس کا عطف "وجوھکم" پر ہوگا اور معنی "دھونے والا" ہوگا چاہے موزے پہنے ہوں یا نہیں۔ تو یہاں یہ معنی مراد نہیں اور ایک قرات جر کے ساتھ ہے تو اس کا عطف "رؤوسکم" پر ہوگا اور معنی "مسح والا" ہوگا چاہے موزے پہنے ہوں یا نہیں۔ تو یہاں یہ معنی مراد موزے پہنے ہوں تو مسح کرے ورنہ دھوئے تو اس صورت میں دونوں قراتوں پر عمل ہو گیا اسی وجہ سے بعض حضرات نے جوازِ مسح علی الخفین قرآن سے ثابت کیا ہے۔

☆

مثال نمبر۲: "ولا تقربوھن حتی یطھرن"

وضاحت: "یطھرن" میں دو قراتیں ہیں۔ (۱) تخفیف کے ساتھ جس کے معنی ہیں: عورت کے پاک ہونے تک قریب نہ جاؤ اور حیض کے ختم ہونے سے عورت پاک ہو جاتی ہے۔

(۲) تشدید کے ساتھ جس کے معنی ہیں: عورت کے خوب پاک ہونے تک اس کے قریب نہ جاؤ اور حیض کے ختم ہونے پر غسل کرنے سے عورت خوب پاک ہو جاتی ہے تو یہاں یہ معنی لیا کہ اگر دس دن میں حیض بند ہو تو بغیر غسل کے جماع جائز تو اس صورت میں دونوں قراتوں پر عمل ہو گیا۔

تفریع: اگر کسی عورت کو دس دن میں نماز کے آخر وقت میں حیض بند ہوا تو تخفیف والی قرأت کے تحت اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی۔ چاہے غسل کرنے کا وقت ہو یا نہ ہو اور اگر دس دن سے کم میں نماز کے آخری وقت میں حیض بند ہوا تو تشدید والی قرأت کے مطابق اگر اتنا وقت ہے کہ غسل کر کے تحریمہ کہہ سکے تو نماز لازم ہو گی ورنہ نہیں۔

☆☆☆☆☆

ضعیف دلائل

مثال نمبر۱: روی عن النبی ﷺ "انہ قاء فلم یتوضأ"

مختلف فیہ مسئلہ: قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک ناقض وضو ہے   امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے۔

دلیل شوافع: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قے کے بعد وضو نہیں فرمایا جو اس کے غیر ناقض ہونے پر دلیل ہے۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: شوافع کا یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قے فی الفور وضو کو واجب نہیں کرتی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ قے وضو کے لیے ناقض ہے یا نہیں؟ روایت میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔

☆

مثال نمبر۲: "حرمت علیکم المیتۃ"

مختلف فیہ مسئلہ: مچھلی پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک ہوگا یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا — امام شافعی کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔

دلیل شوافع: مذکورہ آیت کے تحت مکھی مردار میں شامل ہے اور مردار شے ناپاک ہوتی ہے۔ لہٰذا مکھی کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: آیت میں مردار کی حرمت کا ذکر ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ مکھی کے مرنے سے پانی ناپاک ہوگا یا نہیں۔ آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

☆

مثال نمبر ۳: "حتیه ثم اقرصیه ثم اغسلیه"

مختلف فیہ مسئلہ: سرکے سے خون زائل کیا تو کپڑا پاک ہوگا یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک پاک ہو جائے گا — امام شافعی کے نزدیک پاک نہیں ہوگا۔

دلیل شوافع: مذکورہ حدیث میں پانی سے دھونے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سرکے سے کپڑا پاک نہ ہوگا۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: اس حدیث میں خون کو پانی سے دھویا جائے گا یہ حکم تو موجود ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف تو اس بات پر ہے کہ سرکے سے خون زائل کیا تو کپڑا پاک ہوگا یا نہیں حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

☆

مثال نمبر ۴: "فی اربعین شاۃ شاۃ"

مختلف فیہ مسئلہ: بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کے بجائے قیمت دی تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی — امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

دلیل شوافع: مذکورہ حدیث میں بکری دینے کی وضاحت موجود ہے لہٰذا بکری ہی دی جائے گی۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: اس حدیث میں بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری واجب ہے مذکور ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ قیمت سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا استدلال ضعیف ہے۔

☆

مثال نمبر ۵: "واتموا الحج والعمرة لله"

مختلف فیہ مسئلہ: ابتداءً عمرہ واجب ہے یا سنت؟

امام اعظم کے نزدیک سنت ہے — امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

دلیل شوافع: مذکورہ آیت میں حج اور عمرہ دونوں کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ جب حج ابتداءً واجب ہے تو عمرہ بھی ابتداءً واجب ہوگا۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: مذکورہ آیت میں حج و عمرہ کو پورا کرنے کا حکم ہے اور عمرہ شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف تو اس بات پر ہے کہ ابتداءً عمرہ واجب ہے یا نہیں؟ آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا استدلال ضعیف ہے۔

☆

مثال نمبر ۶: "لا تبیعوا الدرھم بالدرھمین ولا الصاع بالصاعین"

مختلف فیہ مسئلہ: بیع فاسد ملک کا فائدہ دیتی ہے یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک ملک کا فائدہ دیتی ہے ...... امام شافعی کے نزدیک ملک کا فائدہ نہیں دیتی۔

دلیل شوافع: مذکورہ حدیث میں ایک درہم کو دو درہم اور ایک صاع کو دو صاع کے بدلے بیچنے سے منع کیا گیا ہے تو نبی کریم ﷺ کے منع کرنے سے یہ بیع فاسد و حرام ہوئی اور ملک ایک نعمت ہے اور فعل حرام نعمت کے حصول کا سبب نہیں بنتا۔

شوافع کے استدلال کا ضعف: مذکورہ حدیث میں بیع فاسد کی حرمت کا ذکر ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ بیع فاسد مفید ملک ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا استدلال ضعیف ہے۔

☆

مثال نمبر ۷: "لا تصوموا فی ھذہ الایام فانھا ایام اکل وشرب وبعال"

مختلف فیہ مسئلہ: ایام منہی عنہا (عیدین اور 11-12-13 ذی الحج) میں روزے کی نذر ماننا درست ہے یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک درست ہے ...... امام شافعی کے نزدیک درست نہیں ہے۔

دلیل شوافع: مذکورہ حدیث کے تحت مذکورہ ایام میں روزہ رکھنا معصیت ہے اور معصیت کی نذر درست نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

"لا نذر فی معصیۃ اللہ"

شوافع کے استدلال کا ضعف: مذکورہ حدیث سے ان ایام میں روزہ رکھنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ نذر درست ہے یا نہیں اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا استدلال ضعیف ہے۔

☆☆☆☆☆

قاعدہ: حرمتِ فعل ترتبِ احکام کے منافی نہیں۔

مثال نمبر ۱: باپ نے بیٹے کی کنیز کو ام ولد بنایا تو یہ کام حرام ہے لیکن باپ کے لیے ملک ثابت ہو جائے گی۔

مثال نمبر ۲: مغصوبہ چھری سے ذبح کیا فعل حرام ہے لیکن ذبیحہ حلال ہوگا۔

مثال نمبر ۳: مغصوبہ پانی سے کپڑے پاک کیے فعل حرام ہے کپڑے پاک ہوں گے۔

مثال نمبر ۴: کسی نے حالت حیض میں عورت سے وطی کی فعل حرام ہے لیکن مرد کا محصن ہونا اور عورت کا پہلے شوہر سے نکاح کرنا حلال ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

﴿حروف معانی کا بیان﴾

تعریف: حروف معانی ان حروف کو کہتے ہیں جو کسی معنی پر دلالت کریں لیکن ان کا معنی مستقل نہیں ہوتا۔ کبھی ربط کے لیے آتے ہیں اور کبھی اسم و فعل

درمیان تعلق جوڑ کر عبارت کو بامعنی بناتے ہیں۔ اس میں حروف عاطفہ اور حروف جارہ دونوں ہیں۔ ان کی تعداد گیارہ ہے۔

(۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثم (۴) بل (۵) لکن (۶) او (۷) حتی (۸) الی (۹) علی (۱۰) فی (۱۱) باء

﴿واؤ﴾

واؤ کا معنی: عند الاحناف مطلق جمع کے لیے آتا ہے، مقارنہ اور ترتیب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

عند الشوافع: جمع مع الترتیب کے لیے آتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے وضو میں ترتیب کو فرض قرار دیا ہے۔

مثال نمبر۱: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "ان کلمت زیدا و عمرا فانت طالق" کسی سے بھی کلام کرے طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر۲: کسی نے اپنی بیوی سے کہا "ان دخلت ھذہ الدار وھذہ الدار فانت طالق" کسی بھی گھر میں پہلے داخل ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر۳: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "ان دخلت الدار وانت طالق" فی الفور طلاق واقع ہو جائے گی۔

☆

واؤ کا دوسرا معنی: یہ حال کے لیے بھی آتا ہے مجازی طور پر اس وقت یہ حال و ذوالحال کو جمع کر کے شرط والے معنی پیدا کرے گا۔ لیکن اس معنی کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں (۱) الفاظ میں اس معنی کا احتمال ہو (۲) اس کے ثبوت پر دلالت بھی پائی جائے۔

مثال نمبر۱: آقا نے اپنے غلام سے فرمایا "ادّ الیّ الفا وانت حر" یہاں ادائیگی آزادی کے لیے شرط ہوگی۔

مثال نمبر۲: امام محمد فرماتے ہیں اگر امام المسلمین نے کفار سے کہا "افتحوا الباب وانتم آمنون" یا کسی کافر سے کہا "انزل وانت آمن" دونوں مثالوں میں امن والے اس وقت ہوں گے جب وہ دروازہ کھولیں یا اتریں۔

☆

واؤ کی تیسری صورت: واؤ کبھی نہ جمع کے لیے آتا ہے نہ حال کے لیے یہ اس وقت ہوگا جب یہ خلاف ظاہر ہو۔

مثال نمبر۱: کسی نے اپنی بیوی سے کہا "انت طالق وانت مریضۃ مصلیۃ" مذکورہ صورت میں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ حال والے معنی لینے کے خلاف ظاہر ہے۔ لیکن اگر وہ حال والے معنی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اس کی بات معتبر ہوگی نہ کہ قضاءً۔

مثال نمبر۲: کسی نے کہا "خذ ھذہ الالف مضاربۃ واعمل بھا فی البز" کپڑے کا کام بطور مضاربت ایک ہزار لینے کے لیے حال بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حال و ذوالحال جمع ہوتے ہیں اور یہاں پر روپے لینا مقدم ہے اور تجارت کا عمل موخر ہے لہذا حال کے معنی درست نہیں۔

مثال نمبر۳: بیوی نے شوہر سے کہا "طلقنی ولک الف" مرد نے طلاق دے دی تو فی الفور طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ طلقنی کا لفظ بذات خود مفید ہے کسی شرط کا محتاج نہیں۔

مثال نمبر۴: کسی نے کہا "احمل ھذا المتاع ولک درھم" مذکورہ مثال میں واؤ اس بات پر دلیل ہے یہاں "ولک درھم" شرط کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ اجارے میں معاوضہ اصل ہے۔ جبکہ سابقہ مثال میں طلاق کی اصل یہ ہے کہ وہ بغیر عوض کے ہو۔

☆☆☆☆☆

﴿فاء﴾

فاء کا معنی: یہ تعقیب مع الوصل کے لیے آتا ہے۔

(فاء کے بعد جو کلمہ مذکور ہوگا وہ موخر بھی ہوگا اور اس میں اتصال بھی ہوگا) اسی وجہ سے شرط کی جزاء پر فاء لائی جاتی ہے کیونکہ وہ شرط کے بعد ہوتی ہے۔

مثال نمبر۱: کسی شخص نے کہا "بعت منک هذا العبد بالف فقال الآخر فهو حر" مشتری کا قول "فهو حر" صحت بیع اور آزادی کی دلیل ہے۔ اس کے بجائے "وهو حر" یا "هو حر" کہتا تو نہ بیع ہوتی نہ آزادی۔

مثال نمبر۲: کوئی شخص درزی سے کہے "انظر الی هذا الثوب ایکفینی قمیصا فقال نعم" تو صاحب ثوب نے کہا "فاقطعه" درزی نے کپڑا کاٹ دیا اب اگر کپڑا قمیص کے لیے کم نکلا تو درزی ضامن ہوگا۔ کیونکہ "فاقطعه" پر فاء داخل ہے۔ جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا قول "فاقطعه" یہ "نعم" سے ملنے والے اطمینان کے بعد تھا اور کلام متصل تھا۔

مثال نمبر۳: بائع نے کہا "بعت هذا الثوب منک بعشرة فاقطعه" تو اگر درزی نے کپڑے کاٹ دیے تو بیع درست مانی جائے گی۔

مثال نمبر۴: شوہر نے بیوی سے کہا "ان دخلت الدار فهذه الدار فانت طالق" اگر عورت پہلے کے بعد دوسرے مکان میں فوراً داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

☆

کبھی "فاء" علت کے بیان کے لیے آتا ہے: کبھی فاء علت پر داخل ہوتی ہے اور کبھی معلول (حکم) پر۔ علت پر اس وقت داخل ہوگی جب علت دائمی ہو۔ حکم کے بعد ایسے ہی رہے جیسے حکم سے پہلے موجود تھی تاکہ فاء کا اصلی معنی تعقیب حاصل ہو اس کے علاوہ فاء حکم پر داخل ہوگی۔

علت پر داخل ہونے کی مثالیں:

مثال نمبر۱: آقا نے غلام سے کہا "ادّ الیّ الفا فانت حر" غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر۲: مسلمان کسی حربی سے کہے "انزل فانت امن" وہ اترے یا نہ اترے امن والا ہو جائے گا۔

معلول (حکم) پر داخل ہونے کی مثالیں:

مثال نمبر۱: کوئی شخص کسی کو طلاق تفویض کرے اور کہے "امر امراة بیدک فطلقها" اس عبارت میں "امر امرتک بیدک" علت ہے اور "طلقها" حکم ہے۔ تفویض طلاق کنایہ الفاظ سے ہے لہٰذا ایک طلاق بائنہ ہوگی۔ یہ تفویض طلاق کا حکم مجلس کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

مثال نمبر۲: نبی کریم ﷺ کا فرمان حضرت بریرہ سے جب وہ آزاد ہوئیں۔ "ملکت بضعک فاختاری" آزاد کا ملک بضعہ کا مالک ہونا یہ علت ہے اور اختیار کرنا معلول ہے۔ یہاں حکم پر "فا" داخل ہے۔ اسی وجہ سے احناف کے نزدیک منکوحہ باندی کو آزادی کی وجہ سے خیار عتق حاصل ہوگا۔ چاہے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔

☆☆☆☆☆

اعتراض: اقرار کو باطل کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ منقول ہے "المرء مؤاخذ باقرارہ" مرد کو اس کے اقرار پر پکڑا جاتا ہے۔ تو مذکورہ مثال میں "لفلان علی الف" اقرار ہے۔ اس کو باطل کر کے "بل" کے مابعد کو ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

جواب: یہاں پہلا کلام باطل نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ دو ہزار روپے جو واجب ہوئے ہیں ایک بل کے ماقبل سے اور دوسرا جزء بل کے مابعد سے۔

مثال نمبر۲: کسی نے اپنی بیوی سے کہا "انت طالق واحدۃ لا بل ثنتین" تو مذکورہ جملے سے دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔

☆☆☆☆☆

﴿لٰکن﴾

لٰکن کا معنی: یہ استدراک کے لیے آتا ہے۔ یعنی لٰکن کے ماقبل سے ایک وہم پیدا ہوگا تو لٰکن کا مابعد اس وہم کو دور کرے گا۔

استدراک کے معنی کے شرائط: لٰکن استدراک کے لیے اس وقت ہوگا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں گی۔

(۱) کلام متصل ہو ——— (۲) محل نفی و اثبات الگ الگ ہوں۔ اگر کوئی ایک شرط مفقود ہوئی تو لٰکن استیناف کے لیے ہوگا۔

مثال نمبر۱: اگر کسی شخص نے کہا "لفلان علی الف قرض" تو دوسرا شخص جواب میں کہے "لا ولکنہ غصب" تو ہزار روپے لازم ہو جائیں گے کیونکہ کلام متصل بھی ہے اور محل نفی و اثبات الگ الگ ہیں۔

مثال نمبر۲: اگر کسی شخص نے کہا "لفلان علی الف من ثمن ھذہ الجاریۃ" تو دوسرا شخص کہے "لا الجاریۃ جاریتک ولکن لی علیک الف" تو ہزار روپے لازم ہوں گے کیونکہ دونوں شرطیں موجود ہیں۔

مثال نمبر۳: کسی کے پاس ایک غلام تھا اس نے اس غلام کے بارے میں کہا "ھذا لفلان" جس کے لیے اقرار کیا تھا اس نے جواب میں کہا "ما کان لی قط ولکنہ لفلان آخر" اگر کلام متصل ہوگا تو دوسرے شخص کے لیے غلام کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اگر کلام متصل نہیں ہوگا تو اقرار کرنے والے کے لیے غلام کا حق ثابت ہوگا۔

استیناف کی مثال: کنیز نے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو ایسا نکاح آقا کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ آقا کو بتایا گیا کہ سو درہم میں نکاح ہے۔ تو آقا نے جواب میں کہا "لا اجیز العقد بمائۃ درھم و لکن اجیزہ بمائۃ و خمسین" ——— تو اس صورت میں پہلا عقد باطل ہو جائے گا اور دوسرے عقد کا ایجاب ہو جائے گا کیونکہ یہاں استدراک کی شرط یعنی اثبات و نفی کا محل الگ الگ ہو مفقود ہے۔ کیونکہ جس کی نفی کر رہا ہے اسی کی اثبات کر رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿أو﴾

او کا معنی: مذکورین میں سے کسی ایک کی شمولیت کے لیے آتا ہے۔

مثال نمبر۱: جب کسی نے کہا "ھذا حر او ھذا" ——— تو متکلم کے بیان سے ایک شخص آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر۲: کسی نے کہا "وکلت ببیع ھذا العبد ھذا او ھذا" کسی ایک کے لیے وکالت ثابت ہو جائے گی۔

مثال نمبر ۲: کسی کی تین بیویاں تھیں۔ اس نے کہا "هذه طالق او هذه وهذه" تیسری کو فوراً طلاق ہو جائے گی۔ جبکہ "او" کے ما قبل دو میں سے کسی ایک کو شوہر کی تعیین سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

مثال نمبر ۳: جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلاتك" یہ کسی ایک کو شامل ہے یعنی فقط قعدہ اخیرہ کر یا تشہد کر۔

او کا دوسرا معنی: مذکورین میں تعمیم کے لیے آتا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب کلام منفی ہو۔

مثال: اگر کوئی شخص قسم کھائے "لا اكلم هذا او هذا وهذا" ... امام زفر کے نزدیک تیسرے کے ساتھ اور پہلے دو میں سے کسی ایک کے ساتھ جمع کر کے کلام کرے گا تو حانث ہوگا۔ جبکہ جمہور احناف کے نزدیک اگر صرف پہلے والے سے کلام کیا یا دوسرے اور تیسرے دونوں سے اکٹھے بات کی تو حانث ہو جائے گا اگر آخر والے دو میں سے کسی ایک سے بات کی تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ "واو" جمع کے لیے آتا ہے۔

او کا تیسرا معنی: مذکورین میں تخییر کے لیے آتا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب جملہ انشائیہ مثبتہ ہو۔

مثال: کسی شخص نے کسی کو وکیل بنایا اور کہا "بع هذا العبد او هذا" تو وکیل کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے بیچ دے۔

مثال: قرآن مجید میں ہے "ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة" یہاں پر خبر بمعنی امر ہے۔ لہٰذا کسی ایک کے ساتھ کفارہ ادا ہو جائے گا۔

او کا چوتھا معنی: مذکورین میں عدم تخییر وعدم تعمیم کے لیے آتا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب جملہ انشائیہ بطور خبر آئے۔

مثال: کسی شخص نے مہر کے بارے میں کہا "تزوجتك على الف او الفين" اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

او کا پانچواں معنی: "او" "حتی" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب عطف درست نہ ہو۔

مثال نمبر ۱: "ليس لك من الامر شيء او يتوب عليهم" یہاں "او" "حتی" کے معنی میں ہے۔

مثال نمبر ۲: کسی نے قسم کھائی "لا ادخل هذه الدار او ادخل هذه الدار" حانث اس وقت ہوگا کہ پہلے والے گھر میں پہلے داخل ہو۔

مثال نمبر ۳: "لالزمنك او تقضي ديني" یہاں پر "او" حتی کے معنی میں ہے۔

حتی

حتی کا معنی: یہ انتہائے غایت کے لیے آتا ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب حتی کا ما قبل طوالت کا اور مابعد غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

مثال نمبر ۱: کسی نے کہا "عبدي حر ان لم اضربك حتى يشفع فلان — حتى تصيح — حتى تشتكي بين يدي — حتى يدخل الليل" مذکورہ تمام صورتوں میں قرائن کے پائے جانے کی وجہ سے حتی اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ اگر غایت سے پہلے مارنے سے رکا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

مثال نمبر ۲: کسی شخص نے قسم کھائی "لا افارق غريمي حتى يقضيني ديني" اگر قرض کی ادائیگی سے پہلے حالف جدا ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا لازم ہو جائے گا۔

(نوٹ: بعض اوقات دونوں شرطوں کے پائے جانے کے باوجود کسی رکاوٹ کی وجہ سے اور حقیقی معنی دشوار ہونے کی وجہ سے عرفی معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

عرف کی وجہ سے ضرب شدید مراد ہوگا۔

مثال: اگر کسی شخص نے قسم کھائی "ان لم اضربک حتی یموت او حتی تقتلہ"

حتی کا دوسرا معنی: حتی جزا کے لیے آتا ہے۔ اگر ماقبل مذکورہ شرائط مفقود ہوں اور ماقبل سبب اور مابعد جزا بننے کی صلاحیت رکھے تو حتی کو جزا پر محمول کریں گے۔

مثال: کسی نے کہا: "عبدی حر ان لم اتک حتی تغدینی" مابعد ماقبل کی جزا بن سکتا ہے انتہا نہیں بن سکتا کیونکہ ناشتہ کرانا آنے کی انتہا نہیں ہے بلکہ بار بار آنے کا سبب ہے اگر اس نے کھانا نہ کھلایا تو وہ شخص حانث نہیں ہوگا۔

حتی کا تیسرا معنی: حتی عطف کے لیے بھی آتا ہے۔ اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو حتی صرف عطف کے لیے ہوگا۔

مثال: کسی نے کہا: "عبدی حر ان لم اتک حتی اتغدی عندک الیوم" اگر وہ شخص آئے اور کھانا نہ کھائے تو حانث ہوگا کیوں کہ دونوں فعل ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہیں اور کسی کا اپنا فعل اپنے ہی فعل کی جزا بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

﴿الی﴾

الی کا معنی: "الی" انتہائے غایت کا فائدہ دیتا ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) بعض اوقات حکم کو آگے بڑھانے کے لیے آتا ہے یعنی مابعد ماقبل میں داخل نہ ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب ماقبل مابعد کے بغیر بھی مکمل وجود رکھتا ہو۔

مثال: کسی شخص نے کہا: "اشتریت ھذا المکان الی ھذا الحائط" تو بیع میں دیوار شامل نہ ہوگی۔ کیونکہ مکان کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر ہوتا ہے۔

الی کا دوسرا معنی: بعض اوقات مابعد کو حکم سے ساقط کرنے کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی مابعد ماقبل میں داخل ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب "الی" کا ماقبل مابعد کے ساتھ مل کر مکمل وجود رکھتا ہو۔

مثال: کسی نے کہا: "بعت بشرط الخیار الی ثلاثۃ ایام" تو اس مثال میں تین دن مکمل خیار شرط میں داخل ہوں گے۔

مثال نمبر۲: کسی نے کہا "لا اکلم فلانا الی شھر" یہاں مہینہ حکم میں داخل ہوگا۔

مثال نمبر۳: فرمان الٰہی عزوجل: "وایدیکم الی المرافق" "وارجلکم الی الکعبین" مذکورہ آیات میں کہنیاں اور ٹخنے حکم میں داخل ہیں۔

مثال نمبر۴: فرمان مصطفیٰ ﷺ "عورۃ الرجل ما تحت السرۃ الی الرکبۃ" مذکورہ حدیث میں گھٹنے ستر میں شامل ہیں۔

الی کا تیسرا معنی: جب "الی" میں یہ دونوں صورتیں نہ ہو سکیں تو اس وقت "الی" کسی شے کو معلق کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال: کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "انت طالق الی شھر" اگر اس نے کوئی نیت نہ کی تو جمہور احناف کے نزدیک ایک مہینے کے بعد طلاق ہوگی جبکہ امام زفر کے نزدیک فی الفور طلاق واقع ہوگی چاہے کوئی نیت کرے یا نہ کرے۔

☆☆☆☆☆☆

﴿علی﴾

علی کا معنی: کسی چیز کو لازم کرنے کے لیے آتا ہے جیسے "لفلان علی الف"

مثال: قلعے کے سردار نے کہا: "آمنوني على عشرة من اهل الحصن" تو سردار کو امان ہوگی اور دس افراد کی تعیین کا حق سردار کو ہوگا۔

علی کا دوسرا معنی: کبھی مجازاً "با" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

مثال: "بعتک هذا على الف" یہاں "علی" "با" کے معنی میں مستعمل ہے۔

علی کا تیسرا معنی: کبھی شرط کے معنی میں آتا ہے۔

مثال: اللہ رب العالمین کا فرمان: "يبايعنك على ان لا يشركن بالله شيئا" یہاں علی شرط کے معنی میں ہے۔

مثال نمبر۲: کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا: "طلقني ثلاثا على الف" تو شوہر نے جواب میں ایک طلاق دی۔ تو عورت پر ہزار روپے واجب نہ ہوں گے۔ ہاں اگر تین دیتا تو ہزار روپے واجب ہو جاتے۔

﴿فی﴾

فی کا معنی: یہ ظرفیت کے لیے آتا ہے۔ یعنی "فی" کا مابعد ماقبل کے لیے ظرف ہوتا ہے۔ بایں طور کہ ماقبل مذکور شے مابعد میں واقع ہوتی ہے۔

مثال: اگر کسی شخص نے کہا: "غصبت ثوبا في منديل وتمرا في قوصرة" تو دعوی کرنے والے پر کپڑا اور رومال اسی طرح کھجور اور اس کی ٹوکری دونوں لازم ہوں گے۔

فی کا استعمال: "فی" زمان، مکان، فعل اور مصدر میں استعمال ہوتا ہے۔ زمان میں استعمال ہونے کی مثال اگر کسی شخص نے کہا: "انت طالق غدا او في غد" صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں طلوع فجر ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ امام اعظم کے نزدیک فی کے حذف کے ساتھ کہا تو طلوع فجر کے ساتھ واقع ہو جائے گی۔ جبکہ فی کے ذکر کے ساتھ کہا تو دن کی کسی جز میں طلاق واقع ہو جائے گی اگر کوئی مانع نہ ہو تو طلوع فجر میں ورنہ جو نیت کی ہوگی اس وقت میں طلاق واقع ہوگی۔

مکان میں استعمال ہونے کی مثال: اگر کسی شخص نے کہا: "انت طالق في الدار او في مكة" تو فی الفور طلاق واقع ہو جائے گی۔

فعل میں استعمال ہونے کی صورت: اگر فعل لازم ہو تو فاعل کا زمان و مکان میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے کسی شخص نے کہا: "ان شتمتك في المسجد فعبدي حر" تو گالی دینے والا اگر مسجد میں ہوگا تو غلام آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔

اگر فعل متعدی ہو تو مفعول کا زمان یا مکان میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے کسی نے کہا: "ان ضربتك او شججتك في المسجد فعبدي حر" اگر مار کھانے والا یا زخمی ہونے والا مسجد میں ہوگا تو غلام آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔

مصدر میں استعمال ہونے کی صورت: اگر "فی" مصدر پر داخل ہو تو شرط کا معنی دے گا۔

مثال نمبر۱: اگر کسی شخص نے کہا: "انت طالق في دخولك الدار" تو گھر میں داخل ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہوگی۔

مثال نمبر۲: اگر کسی شخص نے کہا: "انت طالق في حيضك" اگر عورت حیض میں ہے تو فوراً ورنہ حیض آنے پر طلاق واقع ہوگی۔

مثال نمبر۳: اگر کسی شخص نے کہا: "انت طالق في مجيء يوم" تو طلوع فجر ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر "مضي يوم" کہا تو رات میں طلاق

واقع ہوگی۔

مثال نمبر۳: اگر کسی شخص نے کہا "انت طالق فی مشیئۃ اللہ او فی ارادۃ اللہ" تو اس صورت میں طلاق واقع ہی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی مشیئت کا علم کسی کو نہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿با﴾

باء کا معنی: "با" الصاق کے لیے آتا ہے یعنی مابعد کو ماقبل سے ملانے کے لیے آتا ہے۔

مثال نمبر۱: اگر کسی شخص نے کہا "ان اخبرتنی بقدوم فلان فانت حر" اگر غلام نے فلاں کے آنے کی سچی خبر دی تو آزاد ہوگا۔ اگر جھوٹی خبر دی تو آزاد نہیں ہوگا۔

مثال نمبر۲: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "ان خرجت من الدار الا باذنی فانت طالق" تو عورت کو ہر بار گھر سے نکلتے وقت شوہر سے اجازت ضروری ہے اگر بغیر اجازت کے نکلی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆

﴿بیان کے طریقے﴾

بیان کے لغوی معنی: اظہار یعنی ظاہر کرنا

بیان کے اصطلاحی معنی: متکلم کا اپنے باطنی ضمیر کو اس طرح ظاہر کرنا کہ مخاطب و سامع بات سمجھ جائے۔

بیان کے طریقے: ۷ ہیں۔

(۱) بیان تقریر (۲) بیان تفسیر (۳) بیان تغییر (۴) بیان ضرورت (۵) بیان حال (۶) بیان عطف (۷) بیان تبدیل

بیان تقریر کی تعریف: جب متکلم اپنے بیان سے ظاہری معنی کے مراد ہونے کو واضح کرے تو اسے بیان تقریر کہتے ہیں۔

مثال: کسی شخص نے کہا "لفلان علی قفیز حنطۃ بقفیز البلد" یا پھر اس نے کہا "لفلان علی الف من نقد البلد" تو متکلم کا قول "بقفیز البلد" اور "من نقد البلد" بیان تقریر ہے۔ تو متکلم نے یہ الفاظ کہہ کر شہر کا قفیز اور شہر کی نقدی کو واضح کر دیا ہے۔

مثال نمبر۲: کسی شخص نے کہا "لفلان الف ودیعۃ"..... متکلم نے اپنے قول ودیعۃ کہہ کر امانت کے مراد ہونے کو واضح کر دیا۔

☆

بیان تفسیر کی تعریف: جب متکلم مبہم المراد معنی کو اپنے بیان سے واضح کرے تو اسے بیان تفسیر کہتے ہیں۔

مثال: کسی نے کہا "لفلان علی شیء" پھر لفظ ثوب کہہ کر مراد واضح کی۔ اسی طرح کسی نے کہا "لفلان علی عشرۃ دراہم ونیف" اگر متکلم نیف کی مراد ایک یا دو سے واضح کرے تو اسے بیان تفسیر کہتے ہیں۔

اسی طرح کسی نے کہا "لفلان علی دراہم" پھر لفظ عشرۃ سے مراد واضح کی تو یہ بیان تفسیر ہوگا۔

بیان تغییر وتقریر کا حکم: ان دونوں کا ذکر متصلاً ومنفصلاً دونوں طرح درست ہے۔

بیان تغییر کی تعریف: متکلم جب اپنے بیان سے اپنے کلام کی مراد کو بدل دے تو اسے بیان تغییر کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) تعلیق (۲) استثناء

تعلیق کی صورت میں اختلاف ہے

مختلف فیہ مسئلہ: تعلیق کس وقت وقوع حکم کا سبب بنتا ہے۔

امام اعظم کا مذہب: تعلیق وقوع حکم کے لیے وجود شرط کے وقت سبب بنتا ہے۔

امام شافعی کا مذہب: تعلیق وقوع حکم کے لیے فی الحال سبب بنتا ہے۔

ثمرہ اختلاف: مثال نمبر۱: اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہتا ہے "ان تزوجتک فانت طالق" تو احناف کے نزدیک تعلیق درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک تعلیق لغو ہو جائے گی۔

مثال نمبر۲: اگر کسی شخص نے کسی کے غلام سے کہا "ان ملکتک فانت حر" تو احناف کے نزدیک تعلیق درست ہے۔ جبکہ شوافع کے نزدیک ناجائز۔ کیونکہ وہ فی الحال وقوع حکم کا محل نہیں۔

تعلیق کی درستگی شرائط: احناف کے نزدیک تعلیق وقوع حکم کے لیے وجود شرط کے لیے اس وقت سبب بنتا ہے جب اس کی نسبت یا ملک کی طرف ہو یا سبب ملک کی طرف ہو۔

جیسے پہلی مثال میں سبب ملک کی طرف نسبت ہے اور دوسری مثال میں ملک کی طرف۔ ورنہ تعلیق درست نہ ہوتی۔ جیسے کوئی اجنبی عورت سے کہے: "ان دخلت الدار فانت طالق"

مختلف فیہ مسئلہ: آزاد عورت سے نکاح کی قدرت کے باوجود کنیز سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

امام اعظم کے نزدیک: نکاح درست ہے۔

امام شافعی کے نزدیک: نکاح درست نہیں۔

دلیل شوافع: فرمان الٰہی عزوجل "ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیٰتکم المؤمنات"

دلیل احناف: عدم شرط مانع حکم نہیں ہوتا بلکہ سکوت حکم ہوتا ہے اور دوسری آیت میں جواز نکاح کا حکم بیان کیا جیسے قرآن کا فرمان: "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع"

☆

مختلف فیہ مسئلہ: عدت میں عورت کو مطلقاً نفقہ دیا جائے گا یا نہیں۔

امام اعظم کے نزدیک: عدت میں نفقہ مطلقاً دیا جائے گا چاہے عورت حاملہ ہو یا نہ ہو۔

امام شافعی کے نزدیک: عدت میں صرف حاملہ کو نفقہ دیا جائے گا۔

دلیل شوافع: فرمانِ الٰہی عزوجل "وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن" قرآن نے نفقہ کا حکم شرط کے ساتھ دیا ہے یعنی اگر حاملہ ہے تو نفقہ دو۔ لہٰذا اگر شرط نہیں تو حکم بھی نہیں لگے گا۔

دلیل احناف: شرط کا نہ ہونا عدمِ حکم کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ سکوتِ حکم کی دلیل ہے۔ دیگر آیات سے غیر حاملہ کا نفقہ ثابت ہے۔ جیسے فرمانِ رب عزوجل
"وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف"

نوٹ: تعلیق بالوصف میں بھی یہی اختلاف ہے۔

☆

استثناء کی صورت میں اختلاف: امام اعظم کے نزدیک استثناء باقی کلام کے تکلم کو کہتے ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک: استثناء میں ابتدائے کلام کل کے واجب ہونے کی علت ہوگا لیکن استثناء کل پر عمل کرنے سے مانع ہوگا۔

دلیل شوافع: فرمانِ مصطفیٰ "لا تبیعوا الطعام بالطعام الا سواء بسواء" اس حدیث کے تحت ایک مٹھی کی بیع دو مٹھی کے بدلے ناجائز ہے کیونکہ صرف برابری میں ہے۔

دلیل احناف: استثناء باقی کلام کو کہتے ہیں تو ایک مٹھی کی بیع دو مٹھی کے ساتھ حدیث میں داخل ہی نہیں لہٰذا یہ جائز ہے۔

بیانِ تغییر کا حکم: صرف متصلاً جائز ہے۔

☆

بیانِ ضرورت کی تعریف: وہ بیان جو بغیر کسی کلام کے ضرورۃً ثابت ہو یعنی الفاظ ذکر کیے بغیر ضمناً سمجھ میں آ جائیں۔

مثال: فرمانِ الٰہی عزوجل "وورثہ ابواہ فلامہ الثلث" مذکورہ آیت میں صرف ماں کا حصہ بیان کیا ہے جو کہ ثلث ہے اور ضمناً باپ کا حصہ دو تہائی سمجھ میں آ گیا۔

مثال نمبر۲: جب مضارب (محنت کرنے والا) کا حصہ بیان کیا اور رب المال (مال لگانے والا) کا حصہ بیان نہ کیا یا اس کا عکس کیا تو مضاربت جائز ہے کیونکہ مضاربت کے شرائط میں سے ہے کہ دونوں نفع میں شریک ہوں اور وقتِ عقد حصہ متعین ہو۔ جب ایک کا حصہ بیان ہوا تو ضرورۃً دوسرے کا خود سمجھ میں آ گیا۔

مثال نمبر۳: کسی نے وصیت کی کہ فلاں فلاں کے لیے ہزار روپے ہیں اور ایک کے لیے سات سو روپے بیان کر دیے تو دوسرے کے لیے ۳۰۰ روپے ضمناً خود بخود سمجھ میں آ گئے۔

مثال نمبر۴: کسی نے دو بیویوں میں سے ایک غیر معین کو طلاق دی پھر ایک سے وطی کر لی تو یہ دوسری کے مطلقہ ہونے کا بیان ضرورت ہے۔

مثال نمبر۵: کسی نے اپنی دو کنیزوں میں سے کسی ایک غیر معین کو آزاد کیا پھر ایک سے جماع کر لیا تو صاحبین کے نزدیک یہ دوسری کی آزادی کے لیے بیانِ ضرورت ہوگا۔ جبکہ امام اعظم کے نزدیک حق جسم میں ایک باندی سے وطی کرنا دوسری کی آزادی کے لیے بیانِ ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ

...میں وطی کی حلت کا سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے نکاح جب کہ باندی میں نکاح اور ملک رقبہ دو سبب ہیں۔ تو اس لیے ایک سے وطی کرنا دوسری کی وطی کے لیے بیان ضرورت نہ ہوگا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے سے وطی نکاح کے طور پر کی ہو۔

☆

بیان حال کی تعریف: جس جگہ بولنے کی ضرورت ہو وہاں خاموش رہنا بیان حال کہلاتا ہے۔

مثال نمبر ۱: نبی کریم ﷺ کا کسی عمل کو دیکھ کر منع نہ کرنا اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۲: شفیع کا بیع کے وقت نہ بولنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۳: کنواری لڑکی کا ولی کے نکاح کرانے پر خاموش رہنا رضامندی کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۴: غلام کو خرید و فروخت کرتا دیکھ کر آقا کا نہ روکنا اس کی اجازت کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۵: مدعا علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا اس کے مال کے لازم ہونے پر راضی ہونے کی دلیل ہے۔

مثال نمبر ۶: اجماع سکوتی بھی بیان حال سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی بعض کا کلام کرنا اور باقیوں کا خاموش رہنا اس کلام پر اتفاق کی دلیل ہے۔

☆

بیان عطف کی تعریف: اگر کسی مجمل (مبہم) جملے پر مکیلی و موزونی و عددی چیز کا عطف کریں تو یہ عطف اس مجمل جملے کا بیان ہوگا اور اسے ہی بیان عطف کہتے ہیں۔

مثال: کسی نے کہا: "لفلان علی مائۃ و درہم"

☆

بیان تبدیل کی تعریف: سابقہ حکم کو ختم کرنا یا منسوخ کرنا بیان تبدیل کہلاتا ہے اور اسے بیان نسخ بھی کہتے ہیں یہ بیان تبدیل شارع کی طرف سے درست ہے۔ بندوں کو اس کا حق حاصل نہیں لہذا کل کا کل سے استثناء کرنا طلاق، عتاق اور اقرار سے رجوع جائز نہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿البحث الثانی فی سنۃ رسول اللہ ﷺ﴾

سنت کے لغوی معنی: طریقہ و عادت

سنت کی اصطلاحی تعریف: نبی کریم ﷺ کے قول و فعل و تقریر اور صحابہ کے اقوال و افعال کو سنت کہتے ہیں۔

حدیث و خبر کی تعریف: نبی کریم ﷺ کے قول کو حدیث یا خبر کہتے ہیں۔

سنت کا حکم: علم و عمل کے اعتبار سے سنت رسول قرآن پاک کی طرح ہے۔ فرمان الٰہی عزوجل: "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" جس نے رسول کا مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(18)

حدیث نقل کے اعتبار سے حدیث کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر واحد

حدیث متواتر کی تعریف: وہ حدیث جس کو ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح نقل کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا [illegible]
اس طرح سے ہم تک پہنچی ہو۔

مثال: (۱) [illegible] ۔۔۔ (۲) [illegible] ۔۔۔ [illegible]

حکم: اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

حدیث مشہور کی تعریف: وہ حدیث جو صحابہ کے دور میں [illegible] دور میں متواتر ہو گئی ہو [illegible]
سے [illegible] طریقے سے ہم تک پہنچی۔

مثال: [illegible] ۔۔۔ [illegible]

حکم: اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس سے علم طمانیت (اطمینان والا علم) حاصل ہوتا ہے اور اس کا انکار بدعت ہے۔

خبر واحد کی تعریف: وہ حدیث جس کو ایک راوی نے ایک راوی سے یا ایک راوی نے ایک جماعت سے یا ایک جماعت نے ایک راوی سے روایت کیا ہو۔

مثال: انما الاعمال بالنیات

حکم: اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔

راوی کی روایت کے قبول کرنے کی شرائط:

(۱) مسلمان ہو ۔۔۔ (۲) عاقل ہو ۔۔۔ (۳) بالغ ہو ۔۔۔ (۴) عادل ہو ۔۔۔ (۵) ضابط ہو۔

علم و اجتہاد کے اعتبار سے راوی کی قسمیں: ۲ قسمیں ہیں۔

قسم اول: معروف بالعلم والاجتہاد: وہ راوی جو علم و اجتہاد میں معروف ہوں جیسے خلفائے راشدین، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر [illegible]
[illegible] رضی اللہ عنہم

حکم: جب اس راوی کی روایت [illegible] قیاس کے مقابلے میں ہو تو اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مسائل: (۱) [illegible] قیاس [illegible] ہے۔
(۲) [illegible] قیاس [illegible] ہے۔
(۳) [illegible] قیاس [illegible] ہے۔
(۴) [illegible] قیاس [illegible] ہے۔

قسم ثانی: معروف بالحفظ والعدالت: وہ راوی جو حفظ و عدالت میں معروف ہوں لیکن اجتہاد و فتویٰ میں معروف نہ ہوں۔ جیسے [illegible]
[illegible]

حکم: جب ان کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت قیاس کے موافق ہے یا مخالف اگر موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مثالیں: (۱) "الوضوء مما مست النار" کے باوجود وضو لازم نہیں ہوتا۔

(۲) حدیث مصراۃ میں بھی عمل نہیں اور نقصان سے رجوع کیا جائے گا۔

خبر واحد پر عمل کے شرائط: رواۃ کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے خبر پر عمل کی مندرجہ ذیل ۳ شرائط ہیں۔

(۱) خبر واحد قرآن کے خلاف نہ ہو (۲) خبر واحد حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو (۳) خبر واحد ظاہر کے خلاف نہ ہو۔

اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہوئی تو خبر واحد قابل عمل نہیں رہے گی۔

شرائط کی دلیل: مفہوم حدیث: "میرے بعد تمہارے سامنے کثیر روایتیں کی جائیں گی پس اسے کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ رد کر دو۔"

حدیث کے قبول و رد کی وجہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رواۃ کی ۳ قسمیں ہیں۔

(۱) وہ مومن اور مخلص حضرات جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل کی اور آپ کے کلام کے معنی و مفہوم کو سمجھا اور من وعن لوگوں تک پہنچا دیا۔

(۲) وہ اعرابی (دیہاتی) حضرات جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بعض کلام کو سنا اور اس کلام کی حقیقی مراد کو نہ سمجھا اور روایت بالمعنی کر دی جس کی وجہ سے حقیقی مراد میں فرق آ گیا۔

(۳) وہ منافق لوگ جن کا نفاق ظاہر نہ تھا انہوں نے آپ سے حدیث سنے بغیر من گھڑت احادیث اور روایت کیں اور لوگوں نے انہیں مومن سمجھ کر ان سے روایت کی اور آگے بیان کر دی۔

ان خرابیوں کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور حدیث مشہور وغیرہ پر پیش کرنا ضروری ہے۔

خبر واحد کی شرائط کی مثالیں:

کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال: فرمان مصطفی ﷺ "من مس ذکرہ فلا یصل حتی یتوضأ" یعنی جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اہل قبا کی تعریف میں قرآن میں آیا: "فیہ رجال یحبون ان یتطہروا" اگر مس ذکر ناقض وضو ہوتا تو ان کی تعریف نہ کی جاتی۔

حدیث مشہور پر پیش کرنے کی مثال: حدیث شریف ہے کہ بے شک نبی کریم نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ فرمایا، یہ حدیث حدیث مشہور کے خلاف ہے۔ حدیث مشہور یہ ہے: "گواہ دعوی کرنے والے پر اور قسم منکر پر"

خبر واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی صورت: اس کی ایک صورت یہ ہے کہ صحابہ کرام و تابعین کرام کے زمانہ مبارکہ میں معاملات جس میں عموم بلوی تھا ان میں خبر واحد کی عدم شہرت یعنی صحابہ کا عمل نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث ظاہر کے خلاف ہے۔ کیونکہ صحابہ سنت کی پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ تو ضرورت کے باوجود عدم شہرت اس حدیث کے عدم صحت کی علامت ہے۔

مسائل شرعیہ میں اختلاف کی مثال: (۱) اگر کسی نے شیر خوار چھوٹی بچی سے نکاح کیا پھر اس منکوحہ چھوٹی بچی نے اس شوہر کی ماں کا دودھ پی لیا تو ایک

اگر آدمی نے خبر دی کہ تمہاری بیوی تمہاری رضاعت کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ ظاہر کے موافق ہے اور اس کی ضد سے انکار
ہے۔ یعنی اگر کوئی خبر دے کہ تیرا عقد نکاح باطل ہے کیونکہ بیوی تیری رضاعی بہن ہے تو اس کی خبر مردود ہے کیونکہ ظاہر کے خلاف ہے۔

(۲) ایک عورت کا شوہر غائب تھا کسی نے خبر دی وہ مر گیا ہے یا اس نے تجھے طلاق دے دی ہے تو عورت خبر پر اعتماد کرکے عدت گزار کر نکاح کر سکتی

(۳) نمازی پر قبلہ مشتبہ ہو گیا کسی نے خبر دی کہ قبلہ اس جانب ہے تو اس پر عمل واجب ہے۔

(۴) کسی نے پانی پایا اور کسی شخص نے اس کے ناپاک ہونے کی خبر دی تو وضو کے بجائے تیمم کرے گا۔

سوال: خبر واحد کتنے اور کون کونسے مقامات پر حجت بن سکتی ہے؟

جواب: خبر واحد ۴ مقامات پر حجت بن سکتی ہے۔

(۱) خالص اللہ کا حق جس کا تعلق عقوبات سے نہ ہو جیسے نبی کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کی رمضان کے چاند کے بارے میں خبر قبول کی۔

(۲) خالص بندے کا حق جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم کی جائے۔ جیسے مال کا جھگڑا لیکن خبر دو شرطوں کے ساتھ معتبر ہوگی۔

(۱) تعداد کم از کم دو ہوں۔ (۲) عادل ہو۔

(۳) خالص بندے کا حق ہے جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم نہ کی جائے۔ جیسے ہدیہ وغیرہ کی خبر چاہے مخبر عادل ہو یا فاسق۔

(۴) خالص بندے کا حق جس میں من وجہ الزام اور من وجہ الزام نہ ہوگا۔ جیسے کسی کو معزول کرنا اور کسی پر پابندی لگانا۔

امام اعظم کے نزدیک ان میں سے ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) تعداد کم از کم دو ہو۔ (۲) عادل ہو۔

☆☆☆☆☆

البحث الثالث فی الاجماع

اجماع کے لغوی معنی: (۱) ارادہ کرنا۔ جیسے مقولہ ہے: "اجمع علیٰ قراءۃ القرآن" یعنی اس نے قرآن پڑھنے کا ارادہ کیا۔

(۲) اتفاق کرنا۔ جیسے مقولہ ہے: "اجمع القوم علیٰ کذا" یعنی قوم نے فلاں بات پر اتفاق کر لیا۔

اصطلاحی تعریف: نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ہر زمانہ کے عادل مجتہد علمائے اہلسنت کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔

اجماع کا حکم: اجماع حجت ہے۔ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ البتہ اس سے حاصل ہونے والے علم میں تفصیل ہے جو کہ عنقریب بیان کی جائے گی۔

اجماع کی شرعی حیثیت: فرمان الٰہی عزوجل: "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔۔۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ: "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" فرمان مصطفیٰ ﷺ: "من خرج من الجماعۃ قدر شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ"۔۔۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ: "علیکم بالجماعۃ"

اجماع کی اقسام: اجماع کی بنیادی طور پر 2 قسمیں ہیں۔ (۱) اجماع سندی ۔۔۔ (۲) اجماع مذہبی

اجماع سندی: نبی کریم ﷺ کی امت میں سے ہر زمانے کے علماء کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع سندی کہلاتا ہے۔

اجماع مذہبی کی تعریف: کسی حکم پر بعض مجتہدین کا اجماع کرنا اجماع مذہبی کہلاتا ہے۔

اجماع سندی کا اقسام: اس کی 4 قسمیں ہیں۔

(۱) صحابہ کرام کا کسی نئے مسئلے پر واضح الفاظ کے ساتھ اجماع کرنا۔

حکم: اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے اور اس پر قرآن کی طرح عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مثال: تمام صحابہ کرام کا حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا۔

(۲) کسی نئے مسئلے پر بعض صحابہ کا صراحت کے ساتھ اور بقیہ کا خاموشی اختیار کرنا اسے اجماع سکوتی بھی کہتے ہیں۔

حکم: اس سے بھی علم یقین حاصل ہوتا ہے اور اس پر حدیث متواتر کی طرح عمل کرنا واجب ہے۔

مثال: جیسے حضرت عمر فاروق نے ایک بار میں دی گئی تین طلاق کو تین طلاق شمار کرنے کا فیصلہ دیا۔

(۳) کسی نئے مسئلے پر تابعین کا اجماع کرنا۔

حکم: اس سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے اور اس پر حدیث مشہور کی طرح عمل کرنا واجب ہے۔

(۴) صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی قول پر تابعین کا اجماع کرنا۔

حکم: اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور اس پر خبر واحد کی طرح عمل کرنا واجب ہے۔

نوٹ: فقہ میں محدثین و مجتہدین کا اجماع معتبر ہے اس میں عوام اور علم کلام والے اور ایسا محدث جس کو فقہ میں کوئی کمال حاصل نہ ہو ان کا قول معتبر نہیں۔

اجماع مذہبی کا اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اجماع مرکب (۲) اجماع غیر مرکب

اجماع مرکب: کسی جدید مسئلے کے اوپر مجتہدین متفق ہو جائیں لیکن علت میں اختلاف ہو۔

مثال: کسی شخص کو منہ بھر قے ہوئی اور اس نے عورت کو بھی ہاتھ لگایا تو دونوں کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا مگر احناف کے نزدیک منہ بھر قے کی وجہ سے اور شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے۔

اجماع غیر مرکب: کسی جدید مسئلے پر مجتہدین متفق ہو جائیں اور اس کی علت بھی ایک ہو۔

مثال: سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو کا ٹوٹنا۔

سوال: اجماع مرکب کب قابل عمل نہیں رہے گا؟

جواب: اجماع مرکب میں چونکہ علتیں مختلف ہوتی ہیں تو اس کا حکم ہمیشہ باقی نہیں رہتا اصول یہ ہے کہ جب اس علت کے ثبوت میں نقص و فساد آ جائے تو وہ اجماع قابل عمل نہیں رہتا جیسے قے کا غیر ناقض وضو ہونا اگر دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اسی طرح عورت کو چھونا غیر ناقض وضو دلیل سے ثابت ہو جائے تو شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا۔

عدم القائل بالفصل کی وضاحت: یہ اجماع مرکب کی ایک قسم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو اختلافی مسئلوں میں سے ایک ثابت ہو جائے تو دوسرا بھی لازماً ثابت ہو جائے گا کیونکہ دونوں میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں یعنی یا تو مخالف کے نزدیک دونوں مسئلے ثابت ہوں گے یا نہیں۔

عدم القائل کی اقسام: (۱) دونوں مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد ایک ہوگی۔ (۲) مختلف ہوگی۔

اصول نمبر۱: افعال شرعیہ سے ممانعت افعال شرعیہ کے ثبوت کا تقاضا کرتی ہے۔

پہلی قسم کی مثال: (۱) یوم نحر کے روزے کی منت جائز ہے۔ (۲) اسی طرح بیع فاسد ملک کا فائدہ دیتی ہے۔

ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے والا کوئی بھی نہیں یا دونوں کو جائز مانتے ہیں یا دونوں کی نفی کرتے ہیں۔

اصول نمبر۲: تعلیق شرط کے پائے جانے کے وقت حکم کا سبب ہے۔

مثال: "ان ملکتک فانت حر"... "ان تزوجتک فانت طالق"

ان دونوں مسئلوں میں بھی فرق کا کوئی قائل نہیں۔ لہذا طلاق وعتاق کو ملک یا سبب ملک پر معلق کرنا صحیح ہے۔

اصول نمبر۳: کوئی اسم صفت کے ساتھ متصف ہو تو حکم صفت سے معلق نہیں ہوتا۔

مثال نمبر۱: آزاد عورت پر قدرت کے باوجود مومنہ کنیز سے نکاح جائز ہے۔

مثال نمبر۲: اسی طرح آزاد عورت پر قدرت کے باوجود کتابیہ کنیز سے بھی نکاح جائز ہے۔

دوسری قسم کی مثالیں: (۱) قے ناقض وضو ہے حدیث کی وجہ سے اور بیع فاسد مفید ملک ہے اصل (افعال شرعیہ سے ممانعت افعال شرعیہ کے ثبوت کا تقاضا کرتی ہے) کی وجہ سے۔

(۲) بیع فاسد ملک کا فائدہ دیتی ہے مذکورہ قاعدے کی وجہ سے اسی طرح قتل قصاص کو واجب کرتا ہے حق خون بہانے کی وجہ سے۔

پہلی قسم کا حکم یہ حجت ہے دوسری قسم کا حکم یہ حجت نہیں ہے۔

☆

مقدمۃ القیاس (تمہید): جب کوئی جدید مسئلہ درپیش ہو تو سب سے پہلے قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے گا پھر قیاس کی طرف جائیں گے یعنی جب تک صراحتاً یا دلالۃً اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہو رائے پر عمل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ قیاس سب سے آخری درج کی دلیل ہے۔

مثال نمبر۱: جب قبلہ مشتبہ ہو جائے اور کوئی شخص کسی جانب قبلہ ہونے کی خبر دے تو اس کی خبر پر عمل ہوگا تحری کرنا جائز نہیں۔

مثال نمبر۲: کسی شخص کو پانی ملا اور کسی عادل شخص نے خبر دی کہ یہ ناپاک ہے تو وہ تیمم کرے گا۔

قاعدہ: رائے پر عمل کرنا نص پر عمل کرنے سے کم ہے۔

شبہے کی تعریف: جو حق کے مشابہ ہو مگر ثابت نہ ہو۔

شبہے کی اقسام: 2 ہیں۔ (۱) شبہ فی المحل ... (۲) شبہ فی الظن

شبہ فی المحل کی وضاحت: جب کوئی دلیل شرعی ایسی ہو جو حلت کی نفی پر دلالت کرے مگر کسی مانع کی وجہ سے وہ حلت کی نفی نہ کرے۔ یا دلیل شرعی ایسی ہو جو حرمت کی نفی نہ کرے اس وجہ سے جو چیز حلال نہیں اس کے حلال ہونے کا اور جو حرام نہیں اس کے حرام ہونے کا شبہ پیدا ہو جائے۔

نوٹ: یہ شبہ نص سے پیدا ہوتا ہے۔

شبہ فی الظن کی وضاحت: جب انسان اس چیز کو دلیل سمجھ لے جو حقیقتاً دلیل نہیں تو اس سے بھی حلال کے حرام ہونے کا اور حرام کے حلال ہونے کا شبہ پیدا ہو جائے گا۔

نوٹ: یہ شبہ خیال و گمان سے پیدا ہوتا ہے نیز شبہ فی المحل شبہ فی الظن سے قوی ہے۔

مثال: اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی کنیز سے جماع کرے تو اس پر حد جاری نہ ہوگی اگرچہ وہ کہے کہ میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ یا اسے اس بات کا شبہ ہو کہ یہ کنیز اس کی ملک ہے۔ اس مثال میں اس کو ملک کا شبہ کرنا شبہ فی المحل سے جو کہ اس حدیث کی وجہ سے پیدا ہوا "انت ومالك لابيك" اور حقیقتاً حلال نہیں ہے اور اس کا حلال یا حرام سمجھنا شبہ فی الظن ہے اور قاعدہ ہے شبہ فی المحل شبہ فی الظن سے قوی ہے۔ لہٰذا اگرچہ وہ کہے کہ اس نے حرام سمجھ کر ہی کی ہے پھر بھی حد جاری نہ ہوگی۔

سوال: جب دو دلیلوں میں تعارض ہو جائے تو کیسے ختم کیا جائے؟

جواب: اگر مجتہد کے نزدیک دو آیتوں میں تعارض ہو جائے تو وہ سنت کی طرف رجوع کرے اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو جائے تو آثار صحابہ اور قیاس کی طرف رجوع کرے اور اگر دو قیاسوں میں تعارض ہو جائے تو تحری کرے اور کسی ایک پر عمل کرے۔ کیونکہ قیاس سے نیچے کوئی دلیل نہیں۔

مثال نمبر1: مسافر کے پاس دو برتنوں میں پانی ہیں۔ (1) پاک۔ (2) ناپاک تو وضو کے لیے تحری نہ کرے گا کیونکہ دلیل شرعی سے پانی کا بدل مٹی سے تیمم موجود ہے۔ لہٰذا قیاس نہیں کرے گا۔

مثال نمبر2: مسافر کے پاس دو کپڑے ہیں (1) پاک۔ (2) ناپاک تو تحری کرے گا کہ شریعت نے کوئی بدل بیان نہیں کیا۔

☆☆☆☆☆

البحث الرابع فی القیاس

قیاس کے لغوی معنی: اندازہ لگانا۔

اصطلاحی تعریف: کسی حکم کو اصل سے فرع کی طرف ایسی علت کی وجہ سے لے جانا جو دونوں میں مشترک ہے۔

حکم: قیاس ایک شرعی دلیل ہے اور کسی مسئلے میں اس پر عمل اس وقت واجب ہوگا جب اس سے اوپر کوئی دلیل نہ پائی جائے۔

قیاس کی حجیت: قیاس حدیث نبی کریم اور آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا اے معاذ کس چیز سے فیصلے کرو گے؟ انہوں نے عرض کی کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت سے۔ فرمایا اس میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: "اجتہد برائی" تو ان کے اس جواب پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو اچھی پسندیدہ بات کی توفیق عطا فرمائی"۔

(2) اسی طرح خثعمیہ عورت نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی میرا باپ بوڑھا ہے اس پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن وہ سواری پر ٹھہر نہیں سکتے ہیں۔ تو کیا اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو کفایت کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا اگر تیرے باپ پر قرض ہو تو ادا کرے تو کیا کفایت نہیں کرے گا اس نے عرض کی ضرور کفایت کرے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا قرض اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اس روایت سے آپ نے شیخ فانی کے حج کو حقوق مالیہ پر قیاس کیا۔

[illegible]

قیاس کے صحیح ہونے کی شرائط: صحت قیاس کی پانچ شرائط ہیں۔

(۱) قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہو: [illegible]

(۲) قیاس سے نص کا حکم تبدیل نہ ہو: [illegible]

(۳) اصل کا حکم خلاف قیاس نہ ہو: [illegible]

(۴) قیاس حکم شرعی کے لیے ہو نہ کہ لغوی کے لیے: [illegible]

(۵) فرع پر نص موجود نہ ہو: [illegible]

قیاس کے ارکان: قیاس کے چار ارکان ہیں۔

(۱) اصل جس پر قیاس کیا جائے (۲) فرع (۳) علت مشترکہ (۴) حکم

قیاس شرعی کی تعریف: اصل سے فرع کی طرف کسی علت مشترکہ کی وجہ سے حکم متعدی کرنے کو قیاس شرعی کہتے ہیں۔

علت کی معرفت: اس علت کی معرفت یا تو قرآن سے ہوگی یا حدیث یا اجماع یا اجتہاد سے ہوگی۔

قرآن سے علت کی معرفت کی مثال: [illegible]

[illegible]

قی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کثرت طواف سقوط حکم کی علت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان: "الهرة لیست بنجسة فانها من الطوافین علیکم والطوافات" میں بھی کثرت طواف کی وجہ سے بلی کے جوٹھے کی نجاست کا حکم ساقط کر دیا پھر اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کرام نے تمام سواکن البیوت کے جوٹھے کو بھی پاک قرار دے دیا۔

مثال نمبر۲: مسافر اور مریض کو روزہ چھوڑنے کی اجازت آسانی پیدا کرنے کے لیے دی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اس آیت میں حکم ہے جس طرح آسانی دیکھے کرے یعنی روزہ رکھنا آسان سمجھے تو روزہ رکھ لے ورنہ بعد میں قضا کر لے اسی پر قیاس کرتے ہوئے امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا رمضان المبارک میں کسی دوسرے واجب روزے کی نیت کرے تو وہی ہوگا کیونکہ اس کے لیے آسانی یہی ہے کہ وہ اس کو پورا کرے جو اس پر [...] سے واجب ہے۔

سنت سے علت کی معرفت کی مثال: فرمان مصطفیٰ ﷺ "لیس الوضوء علی من نام قائما او قاعدا او راکعا او ساجدا انما الوضوء علی من نام مضطجعا فانه اذا نام مضطجعا استرخت مفاصله" وضو اس شخص پر ہے جو پہلو کے بل لیٹے کیونکہ اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں نبی کریم نے اعضاء کے ڈھیلے پڑنے کو وضو ٹوٹنے کی علت قرار دیا ہے۔ لہذا جہاں جہاں علت ہوگی حکم جاری ہوگا۔ جیسے تکیہ سے ٹیک لگا کے سونا یا ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا جس کے ہٹانے سے سونے والا گر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

(۲) اسی طرح فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر قطرا فانه دم عرق انفجر" اس حدیث میں خون کے بہنے کو وضو ٹوٹنے کی علت قرار دیا تو یہ علت فصد اور حجامہ میں بھی موجود ہے لہذا اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

اجماع سے علت کی معرفت کی مثال: اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ چھوٹے بچے پر باپ کو ولایت حاصل ہے صغر کی علت کی وجہ سے اور یہ علت چھوٹی بچی میں بھی موجود ہے چاہے باکرہ کنواری ہو یا ثیبہ شادی شدہ لہذا یہاں بھی باپ کو ولایت حاصل ہوگی۔

حکم کے متعدی ہونے کے اعتبار سے قیاس کی اقسام: اصل سے فرع کی طرف حکم کے متعدی ہونے کے اعتبار سے قیاس کی 2 قسمیں ہیں۔

(۱) فرع کا حکم اصل کی نوع سے ہو (اتحاد نوع) (۲) فرع کا حکم اصل کی جنس سے ہو (اتحاد جنس)

اتحاد نوع کی مثال: جیسے باپ کو نابالغ بچے پر ولایت حاصل ہے صغر کی وجہ سے یہی علت نابالغ بچی میں موجود ہے۔ چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ باپ کو ولایت حاصل ہوگی۔

اتحاد جنس کی مثال: اسی طرح بلی کے کثرت طواف کی علت کی وجہ سے اس کا جوٹھا پاک ہے لہذا سواکن البیوت میں بھی یہ علت موجود ہے لہذا ان کا جوٹھا بھی پاک ہے۔ اسی طرح بچے کا بالغ ہونا باپ کی ولایت کے زوال کی علت ہے۔ لہذا اسی علت کی وجہ سے بالغ لڑکی سے بھی ولایت ساقط ہو جائے گی۔

اتحاد نوع کا حکم: یہ قیاس فرق سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ یہ علت میں متحد ہے تو حکم میں بھی لازمی متحد ہوں گے۔ اگرچہ فرق کر دیا جائے۔

اتحاد جنس کی مثال: غلاموں کو کثرت طواف کی وجہ سے تین اوقات کے علاوہ بغیر اجازت گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ بار بار اجازت لینے میں حرج ہے تو اسی طرح کثرت طواف کی وجہ سے بلی کا جوٹھا پاک ہے کیونکہ اس کے جوٹھے کو نجس قرار دینے میں حرج ہے۔

نوٹ: اس قسم میں علت کا عام ہونا ضروری ہے۔

اتحاد جنس کا عدم: یہ قیاس فرق سے فاسد ہو جاتا ہے۔ ایں طور کہ کوئی علت کے عموم کی نفی کرے۔

اجتہاد اور استنباط سے علت کی معرفت کی مثال: اگر کوئی شخص کسی فقیر کو درہم دے تو اسے دیکھ کر ہمارا ظن غالب یہی ہوگا کہ اس نے فقیر کی حاجت پوری کرنے کے لیے اور ثواب کے حصول کے لیے درہم دیے ہیں۔ لہٰذا بھیک دینے کی علت حاجت پوری کرنا اور حصول ثواب اجتہاد سے معلوم ہوئی اس سے معلوم ہوا جب قرآن و سنت و اجماع سے کوئی دلیل نہ ملے تو ظن غالب کی طور پر عمل کو واجب کر دیتا ہے۔ جیسے مسافر کو ظن غالب کہ وہ پانی سے قریب ہے اس کے لیے تیمم جائز نہیں اسی طرح قبلہ معلوم نہ ہو تو وہ تحری کرے اور ظن غالب کے ساتھ ایک رخ پر نماز ادا کرے۔

قیاس کے درجے: قیاس کی پہلی قسم پر عمل ایسا ہے جیسے گواہ کی پاکیزگی اور عدالت ثابت ہونے کے بعد ان کی گواہی سے حکم ثابت ہو۔

اور دوسری قسم پر عمل ایسا ہے جیسے گواہوں کی گواہی ہو اور تزکیہ باقی ہو لیکن عدالت ثابت ہو جائے۔

تیسری قسم پر عمل اس طرح ہے جیسے مستور الحال کی گواہی۔

قیاس پر اعتراضات: قیاس پر 8 قسم کے اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔

(۱) ممانعت (۲) القول بموجب العلۃ (۳) قلب (۴) عکس (۵) فساد وضع (۶) فرق (۷) نقض (۸) معارضہ

ممانعت کی تعریف: حکم کی دلیل کے تمام اجزا یا بعض اجزا کو ماننے سے انکار کرنا یعنی یا تو علت اور حکم دونوں ہی نہ مانے جائیں یا صرف علت نہ مانی جائے یا صرف حکم۔

مثال نمبر۱: امام شافعی کے نزدیک صدقۃ فطر کے وجوب کی علت یوم عید ہے تو آپ کے نزدیک کوئی شخص عید کی رات مر جائے تو صدقۃ فطر ساقط نہ ہوگا۔ احناف امام شافعی کی اس علت کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی علت اس شخص کا عید کے دن زندہ ہونا ہے۔ اگر وہ شخص عید کی رات مر جائے احناف کے نزدیک صدقۃ فطر ساقط ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر۲: امام شافعی کے نزدیک صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی مقدار واجب ہے لہٰذا اگر نصاب ہلاک بھی ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی جبکہ احناف اس ماننے سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے۔ لہٰذا اگر نصاب ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مثال نمبر۳: مسح میں بھی امام شافعی کے نزدیک تثلیث سنت ہے کیونکہ یہ رکن ہے جس طرح دیگر اعضا کو دھونا رکن ہے اور وہاں بھی تثلیث سنت ہے۔ احناف شوافع کے اس قیاس کے حکم کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں سنت تثلیث نہیں ہے۔ بلکہ محل فرض پر اضافہ ہے۔ تاکہ فرض کامل ہو جائے جیسے نماز میں قیام و قرات میں طوالت کرنے سے فرض کامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اعضا ثلاثہ میں اضافہ تکرار کے ساتھ ہوگا اور مسح میں پورے سر کو گھیرنے کے ساتھ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆